آئندہ الیکشنوں کے متعلق جماعت احمدیہ کی پالیسی

از

سیدنا حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ۔ ھُوَ النَّاصِرُ

آئندہ الیکشنوں کے متعلق جماعتِ احمدیہ کی پالیسی

(رقم فرمودہ ۲۱؍اکتوبر ۱۹۴۵ء)

جیسا کہ احباب کو معلوم ہے تھوڑے ہی دنوں میں تمام ہندوستان میں پہلے تو ہندوستان کی دونوں کونسلوں کے لئے ممبروں کے انتخاب کی مہم شروع ہونے والی ہے اور اِس کے بعد صوبہ جاتی انتخابات شروع ہونے والے ہیں۔ میری اور جماعت احمدیہ کی پالیسی شروع سے یہ رہی ہے کہ مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں اور دوسری اقوام میں کوئی باعزت سمجھوتہ ہو جائے اور ملک میں محبت اور پیار اور تعاون کی روح کام کرنے لگے مگر افسوس کہ اِس وقت تک ہم اِس غرض میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

شملہ کانفرنس ایک نادر موقع تھا مگر اسے بھی کھو دیا گیا اور بعض لوگوں نے ذاتی رنجشوں اور اغراض کو مقدم کرتے ہوئے ایسے سوال پیدا کر دیئے کہ ملک کی آزادی کئی سال پیچھے جا پڑی اور چالیس کروڑ ہندوستانی آزادی کے دروازہ پر پہنچ کر پھر غلامی کے گڑھے کی طرف دھکیل دیئے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

جہاں تک میں نے سوچا ہے اصل سوال ہندوؤں اور مسلمانوں کے اختلافات کا ہے۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ دوسری اقوام کے مفاد نظر انداز کئے جا سکتے ہیں بلکہ میرا یہ مطلب ہے کہ دوسری اقوام کے مفاد اِس جھگڑے کے طے ہو جانے پر نسبتاً سہولت سے طے ہو سکتے ہیں۔ سب سے مشکل سوال ہندو مُسلم سمجھوتے کا ہی ہے اور یہ سوال پاکستان اور اکھنڈ ہندوستان کے مسائل

سے بہت پہلے کا ہے۔ اصل مسائل وہی ہیں جنہوں نے مسلمانوں کا ذہن پاکستان کی طرف پھیرا ہے اور اکھنڈ ہندوستان کے خیالات کے محرک بھی وہی مسائل ہیں جو اِس سے پہلے مسلمانوں کے مطالبات کو ردّ کرانے کا موجب رہے ہیں۔ کسی شاعر نے جو کچھ اِس شعر میں کہا ہے کہ

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من اندازِ قدت را مے شناسم

وہی حال اِس وقت پاکستان اور اکھنڈ ہندوستان کے دعووں کا ہے۔ پس اگر کسی طرح ہندو اور مسلمان قریب لائے جاسکیں تو پاکستان اور اکھنڈ ہندوستان کا آپس میں قریب لانا بھی مشکل نہ ہوگا ورنہ پاکستان یا اکھنڈ ہندوستان ہوں یا نہ ہوں، پاکھنڈ ہندوستان بننے میں تو کوئی شُبہ ہی نہیں۔ اِس ہندو مسلمان سمجھوتے کی ممکن صورت یہی ہوسکتی تھی کہ ایک جماعت مسلمانوں کی اکثریت کی نمائندہ ہو اور ایک جماعت ہندوؤں کی نمائندہ ہو یا ہندوؤں کی اکثریت کی نمائندہ تو نہ ہو یا ایسا کہلانا پسند نہ کرتی ہو مگر اکثر ہندوؤں کی طرف سے سمجھوتہ کرنے کی قابلیت رکھتی ہو اور یہ دونوں جماعتیں مل کر آپس میں فیصلہ کرلیں۔ شملہ میں ایسا موقع پیدا ہوگیا تھا مسلمانوں کی طرف سے مُسلم لیگ اور ہندوؤں کے جذبات کی نمائندگی کے لئے کانگرس ایک مجلس میں جمع ہوگئی تھیں مگر افسوس کہ یہ اجتماع مزید افتراق کا موجب بن گیا۔

کانگرس کا دعویٰ ہے کہ وہ سب اقوام کے حقوق کی محافظ ہے اور ہم اِس دعویٰ کو ردّ کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتے مگر باوجود اِس کے کانگرس اِس امر کا انکار نہیں کرسکتی کہ جو مسلمان یا سکھ یا عیسائی کانگرس میں شامل ہیں وہ مسلمانوں یا سکھوں یا عیسائیوں کی اکثریت کے نمائندے نہیں۔ پس کانگرس اگر یہ دعویٰ کرے کہ ہم جو سوچتے ہیں یا ہم جو سکیم بناتے ہیں اِس میں اُسی طرح سکھوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کا خیال رکھتے ہیں جس طرح ہندوؤں کا خیال رکھتے ہیں تو بحث ختم کرنے کے لئے ہم اِس دعویٰ کو بھی سچا تسلیم کرلینے کے لئے تیار ہیں لیکن کسی شخص کا کسی دوسرے شخص کے مفاد کا دیانت داری سے خیال رکھنا یا ایسا کرنے کا دعویدار ہونا اُسے اُس کی نیابت کا حق نہیں دے دیتا۔ کیا کوئی وکیل کسی عدالت میں اس دعویٰ کے ساتھ پیش ہوسکتا ہے کہ میں مدعی یا مدعا علیہ کے مقرر کردہ وکیل سے زیادہ سمجھ اور دیانت داری سے اس

کے حقوق کو پیش کر سکوں گا؟ کیا کوئی عدالت اس وکیل کے ایسے دعویٰ کو باوجود سچا سمجھنے کے قبول کر سکے گی؟ اور کیا اِس قسم کی اجازت کی موجودگی میں ڈیموکریسی، ڈیموکریسی کہلا سکتی ہے؟

ڈیموکریسی یا جمہوریت کے اصول کے لحاظ سے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کسی جماعت کی نمائندگی کرنے کا کون اہل ہے بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس جماعت کی اکثریت کس کو اپنا نمائندہ قرار دیتی ہے۔ ان حالات میں کانگرس کو ہندوؤں کے سِوا تمام دوسری اقوام کا نمائندہ اسی صورت میں قرار دیا جا سکتا ہے اگر ان اقوام کے اکثر افراد کانگرس میں شامل ہوں۔ جہاں تک ہمارا علم ہے کانگرس میں ہندو قوم کی اکثریت کے نمائندے تو ہیں لیکن مسلمانوں، سکھوں یا عیسائیوں کی اکثریت کے نمائندے نہیں اِس لئے خواہ کانگرس مسلمانوں، سکھوں اور عیسائیوں کے حقوق کی سکیم مسلمانوں، سکھوں یا عیسائیوں کے نمائندوں سے بہتر تجویز کر سکے وہ جمہوری اصول کے مطابق مسلمانوں، سکھوں اور عیسائیوں کی نمائندہ نہیں کہلا سکتی۔ لیکن باوجود غیر جانبدار اور ملکی تحریک ہونے کے ہندوؤں کی نمائندگی کر سکتی ہے کیونکہ ہندوؤں کی اکثریت اسے تسلیم کر چکی ہے۔ جب حالات یہ ہیں تو عقلاً اور جمہوری اصول کے مطابق قطع نظر اِس کے کہ کانگرس کی سکیم مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے متعلق بہتر ہے یا مُسلم لیگ کی سکیم، مُسلم لیگ کی سکیم ہی کو مسلمانوں کی پیش کردہ سکیم سمجھا جائے گا اور کانگرس کو یا تو میدان چھوڑ کر ہندو مُسلم سمجھوتے کیلئے ہندو مہاسبھا اور مُسلم لیگ کو باہمی سمجھوتے کی دعوت دینی ہوگی یا پھر خود ہندو اکثریت کی نیابت میں مُسلم لیگ سے سمجھوتہ کرنا ہوگا اِس کے سِوا اور کوئی معقول صورت نہیں ہے۔

کہا جا سکتا ہے کہ اگر کانگرس مسلمانوں کی اکثریت کی نمائندہ نہیں ہے تو مُسلم لیگ کے نمائندہ ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ مُسلم لیگ کو نمائندہ قرار دینے کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ گاندھی جی ایک طرف اور وائسرائے ہند دوسری طرف اسے مسلمانوں کی نمائندہ جماعت سمجھ کر اِس سے اسلامی حقوق کے بارہ میں گفت و شنید کرنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ پس مُسلم لیگ نمائندہ ہے یا نہیں ہے مگر اِس میں کوئی شک نہیں کہ اب کانگرس اور گورنمنٹ اس کے سِوا کوئی دوسرا نظریہ اختیار نہیں کر سکتی۔ اگر مُسلم لیگ مسلمانوں کی نمائندہ نہیں ہے تو کیا کانگرس اور حکومتِ ہند دونوں مسلمانوں کے حقوق کا ایک غیر نمائندہ جماعت کے ساتھ تصفیہ کر

کے مسلمانوں کو تباہ کرنے کی فکر میں تھے؟ لیکن فرض کرو مُسلم لیگ مسلمانوں کی نمائندہ نہیں تو پھر کون مسلمانوں کا نمائندہ ہے؟ کیا آزاد مسلمان کانفرنس؟ کیا احرار؟ کیا کوئی اَور جماعت جو صرف اسلامی نام کا لیبل اپنے اوپر چسپاں کئے ہوئے ہے؟ اگر اِن میں سے کوئی ایک یا سب کی سب مل کر مسلمانوں کی نمائندہ ہیں تو کیا کونسلوں میں اِن لوگوں کی کثرت ہے؟ مرکزی کونسلوں میں مُسلم لیگ کے مقابل پر ان کی کیا تعداد ہے؟ جہاں تک مجھے علم ہے صوبہ جاتی کونسلوں میں بھی اور مرکزی کونسلوں میں بھی غیر لیگی ممبروں کی تعداد لیگی ممبروں سے بہت کم ہے اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ مرکزی کونسلوں میں غیر لیگی ممبروں کی نسبت صوبہ جاتی نسبت سے بھی کم ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ صوبہ جاتی کونسلوں میں غیر لیگی ممبروں کی نسبتی زیادتی مقامی مناقشات اور رقابتوں کی وجہ سے ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ اِنہی ووٹروں نے صوبہ جات میں ایک پالیسی کے حق میں ووٹ دیئے اور مرکز کے لئے نمائندہ بھجواتے ہوئے دوسری پالیسی کے حق میں ووٹ دیئے۔ پھر مثلاً پنجاب ہے اِس میں یونینسٹ ممبر اصولاً اپنے آپ کو مُسلم لیگ کے حق میں قرار دیتے ہیں اور پاکستان کی عَلَی الْاِعْلَان تائید کرتے ہیں۔ پس ہر یونینسٹ ہندو مُسلم سمجھوتے کے سوال کے لحاظ سے درحقیقت مُسلم لیگی ہے۔ بلکہ وہ تو اِس امر کا مدعی ہے کہ مجھے ذاتی رنجشوں کی وجہ سے ایک طبقہ نے باہر کر دیا ہے ورنہ میں تو پہلے بھی مُسلم لیگی تھا اور اب بھی مُسلم لیگی ہوں۔ اِن حالات میں صوبہ جاتی غیر لیگی ممبروں کی تعداد مُسلم لیگی ممبروں کے مقابل پر اور بھی کم ہو جاتی ہے۔

غرض جس نقطۂ نگاہ سے بھی دیکھیں اِس وقت مسلمانانِ ہند کی اکثریت مُسلم لیگ کے حق میں ہے۔ کانگرس گورنمنٹ اور پبلک ووٹ سب کی شہادت اِس بارہ میں موجود ہے اور اِن حالات میں اگر ہندوستان میں صلح کی پائیدار بنیاد رکھی جاسکتی ہے تو مُسلم لیگ اور کانگرس کے سمجھوتے سے ہی رکھی جاسکتی ہے۔ مگر افسوس کہ باوجود اس کے شملہ کانفرنس کی ناکامی سے بددل ہو کر کانگرس نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ اب وہ مُسلم لیگ سے گفتگو نہیں کرے گی بلکہ براہِ راست مسلمانوں کی اکثریت سے خطاب کرے گی۔ عام حالات میں تو یہ کوئی معیوب بات نہیں۔ اگر کانگرس شروع سے ہی اس نظریہ پر کاربند ہوتی تو کم سے کم میں اسے بالکل حق بجانب سمجھتا لیکن

اب جب کہ مسلمان ایک متحدہ محاذ قائم کر چکے ہیں کانگرس کا یہ فیصلہ اُن لوگوں کے لئے بھی تکلیف دِہ ثابت ہوا ہے جو اِس وقت تک کانگرس سے ہمدردی رکھتے تھے۔ مجھے کانگرس سے اختلاف ہے اور بہت سخت اختلاف ہے مگر میں اِس امر کا ہمیشہ قائل رہا ہوں کہ ہندو مُسلم اتحاد کی بنیاد ہندوؤں کی طرف سے کانگرس کے ذریعہ سے ہی پڑ سکے گی اور اس اتحاد کی آرزو میں شملہ کانفرنس کے ایام میں مجھے شکوہ مسلمان نمائندوں سے ہی پیدا ہوتا رہا ہے اور بار بار میرے دل میں یہ خیالات پیدا ہوتے تھے کہ چالیس کروڑ انسانوں کی آزادی کے لئے اگر مسلمان اپنے کچھ اور حق چھوڑ دیں تو کیا حرج ہے لیکن کانگرس کے اِس اعلان نے کہ اب وہ مُسلم لیگ سے بات نہیں کرے گی بلکہ مسلمان افراد سے خطاب کرے گی میرے جذبات کو بالکل بدل دیا اور میں نے محسوس کیا کہ جو لوگ دروازہ سے داخل ہونے میں ناکام رہے ہیں اب وہ سُرنگ لگا کر داخل ہونا چاہتے ہیں اور اِس کے معنی مُسلم لیگ کی تباہی نہیں بلکہ مُسلم کیریکٹر اور مُسلم قوم کی تباہی ہے۔ پس اُسی وقت سے میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ جب تک یہ صورتِ حالات نہ بدلے ہمیں مُسلم لیگ یا مُسلم لیگ کی پالیسی کی تائید کرنی چاہئے۔ گو ہم دل سے پہلے بھی ایسے اکھنڈ ہندوستان ہی کے قائل تھے جس میں مسلمان کا پاکستان اور ہندو کا ہندوستان برضاء ورغبت شامل ہوں اور اب بھی ہمارا یہی عقیدہ ہے بلکہ ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ ساری دنیا کی ایک حکومت قائم ہو، تا باہمی فسادات دور ہوں اور انسانیت بھی اپنے جوہر دکھانے کے قابل ہو مگر ہم اِس کو آزاد قوموں کی آزاد رائے کے مطابق دیکھنا چاہتے ہیں جبر اور زور سے کمزور کو اپنے ساتھ ملانے سے یہ مقصد نہ دنیا کے بارہ میں پورا ہو سکتا ہے اور نہ ہندوستان اِس طرح اکھنڈ ہندوستان بن سکتا ہے۔

میں نے یہ اُمور اس لئے بیان کئے ہیں تا ہماری جماعت اور ہندوستان کی دوسری جماعتیں میری اِس رائے کو بخوبی سمجھ سکیں جو میں آئندہ انتخابات کے متعلق دینے والا ہوں۔ جو صورتِ حالات میں نے اوپر بیان کی ہے، اُس کو مدنظر رکھتے ہوئے میں اِس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ آئندہ الیکشنوں میں ہر احمدی کو مُسلم لیگ کی پالیسی کی تائید کرنی چاہئے تا انتخابات کے بعد مُسلم لیگ بِلا خوف تردید کانگرس سے یہ کہہ سکے کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے۔ اگر ہم اور

دوسری مسلمان جماعتیں ایسا نہ کریں گی تو مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کمزور ہو جائے گی اور ہندوستان کے آئندہ نظام میں اِن کی آواز بے اثر ثابت ہوگی اور ایسا سیاسی اور اقتصادی دھکہ مسلمانوں کو لگے گا کہ اور چالیس پچاس سال تک اِن کا سنبھلنا مشکل ہو جائے گا اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی عقلمند آدمی اِس حالت کی ذمہ داری اپنے پر لینے کو تیار ہو۔ پس میں اِس اعلان کے ذریعہ سے پنجاب کے سِوا (جس کی نسبت میں آخر میں کچھ بیان کروں گا) تمام صوبہ جات کے احمدیوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اپنی اپنی جگہ پر پورے زور اور قوت کے ساتھ آئندہ انتخابات میں مُسلم لیگ کی مدد کریں اِس طرح کہ:

۱۔ جس قدر احمدیوں کے ووٹ ہیں وہ اپنے حلقہ کے مُسلم لیگی امیدوار کو دیں۔

۲۔ میرا تجربہ ہے کہ احمدیوں کی نیکی اور تقویٰ اور سچائی کی وجہ سے بہت سے غیر احمدی بھی اِن کے کہنے پر ووٹ دیتے ہیں۔ پس میری خواہش یہ ہے کہ نہ صرف یہ کہ پنجاب کے باہر کے تمام احمدی اپنے ووٹ مُسلم لیگ کو دیں بلکہ جو لوگ اِن کے زیر اثر ہیں اُن کے ووٹ بھی مُسلم لیگ کے امیدواروں کو دلائیں۔

۳۔ ہماری جماعت چونکہ اعلیٰ درجہ کی منظّم ہے اور قربانی اور ایثار کا مادہ ان میں پایا جاتا ہے اور جب وہ عزم سے کام کرتے ہیں تو حیرت انگیز طور پر لوگوں کے دلوں کو ہلا دیتے ہیں۔ مَیں ہر احمدی سے یہ بھی خواہش کرتا ہوں کہ وہ اپنے حلقہ اثر سے باہر جا کر اپنے علاقہ کے ہر مسلمان کو آنے والے الیکشن میں مُسلم لیگ کے حق میں ووٹ دینے کی تلقین کرے اور اِس قدر زور لگائے کہ اُس کے حلقۂ اثر میں مُسلم لیگ امیدوار کی کامیابی یقینی ہو جائے۔

میں امید کرتا ہوں کہ احمدی جماعت کے تمام افراد کیا مرد اور کیا عورتیں، مرد مردوں تک پہنچ کر اور عورتیں عورتوں کے پاس جا کر اُن کے خیالات درست کرنے کی کوشش کریں گے اور اِس امر کو اِس قدر اہم سمجھیں گے کہ تمام جگہوں پر مُسلم لیگ کے کارکنوں کو یہ محسوس ہو جائے کہ گویا احمدی یہ سمجھ رہے ہیں کہ مُسلم لیگ کا امیدوار کھڑا نہیں ہوا بلکہ کوئی احمدی امیدوار کھڑا ہوا ہے اور اِس کام میں مقامی مُسلم لیگ کے ساتھ پوری طرح تعاون کریں گے اور جائز ہوگا کہ وہ اِس کے ممبر ہو جائیں اگر ان کے نزدیک اور مُسلم لیگ کے کارکنوں کے نزدیک ان کا شامل ہونا

وہاں کے حالات کے لحاظ سے باہر رہنے سے زیادہ مفید ہو۔

جماعت کی تعداد اور اِس کے رسوخ کے لحاظ سے سندھ، صوبہ سرحد، یوپی، بنگال اور بہار میں احمدیہ جماعتیں خوب اچھا کام کرسکتی ہیں اور مَیں امید کرتا ہوں کہ وہ اِس موقع پر بھی اپنے روایتی ایثار اور قربانی کا نمایاں ثبوت مہیا کریں گی۔

میں نے پنجاب کو مستثنیٰ رکھا ہے اور اِس کی وجہ یہ ہے کہ اِس جگہ مُسلم لیگ کے بعض کارکن بِلا وجہ ہماری مخالفت کر رہے ہیں۔ مُسلم لیگ ایک سیاسی انجمن ہے اور اِسے اپنے دائرہ عمل کے لحاظ سے ہر مسلمان کہلانے والے کو مسلمان سمجھ کر اپنے ساتھ شریک کرنا چاہئے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ہماری جماعت تو ہر جگہ مُسلم لیگ کا پروپیگنڈا کرتی رہی ہے مگر لاہور کے مُسلم لیگ کے ایک جلسہ میں جماعت احمدیہ کو خوب خوب گالیاں دی گئیں حالانکہ گالیاں دینا تو دشمن کے حق میں بھی روا نہیں کجا یہ کہ ایک ایسی جماعت کو گالیاں دی جائیں جو مُسلم لیگ کے بارہ میں بے تعلق بھی نہیں بلکہ اُس کے حق میں ہے۔ ہمیں کہا جاتا ہے کہ یہ گالیاں دینے والے تو چند افراد ہیں مگر سوال یہ ہے کہ جو جماعت چند افراد کا منہ بند نہیں کرسکتی وہ عام جوش کے وقت کسی اقلیت کی حفاظت کس طرح کر سکے گی۔

جماعت احمدیہ نے اپنا معاملہ مسٹر جناح صاحب کی خدمت میں پیش کیا تھا اُنہوں نے جواب دیا ہے کہ صوبہ جاتی سوال کو صوبہ کی کونسل ہی حل کرسکتی ہے۔ مگر جہاں تک میں نے معلوم کیا ہے، صوبہ جاتی کونسل ابھی اپنے آپ کو اس سوال کے حل کرنے کے قابل نہیں پاتی۔ دوسری طرف میں دیکھتا ہوں کہ یونینسٹ پارٹی نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ وہ مرکزی نمائندگی میں مُسلم لیگ کے نمائندوں کا مقابلہ نہیں کرے گی یہ ایک نیک اقدام ہے۔ اور کہتے ہیں کہ صبح کا بُھولا شام کو واپس آئے تو اُسے بُھولا نہیں سمجھنا چاہئے۔ اگر یونینسٹ پارٹی ایک اَور قدم اُٹھائے تو میں سمجھتا ہوں جہاں تک لیگ اور کانگرس کے سمجھوتے کا سوال ہے یونینسٹ پارٹی اُس کے راستہ میں حائل نہیں رہے گی اور مسلمانوں کی بہتری کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے لیڈروں کا یہ فرض ہے کہ وہ ایسا ہی کریں۔ اِس کے بعد اگر وہ مقامی لیگ کے مقابل پر اپنے ممبر کھڑے کریں تو یہ مُسلم لیگ کے نظریہ اور اس کے مخالف نظریہ کی بحث نہ ہوگی بلکہ یہ صرف ایک ذاتی اور صوبہ جاتی سوال رہ

جائے گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ یونینسٹ لیڈر اِس طرف توجہ کر کے اپنے نام پر سے وہ دھبہ دھو دیں گے جو اِس وقت اُن کے نام کے ساتھ چمٹا ہوا ہے اور جو ایسا بدنما ہے کہ ہم لوگ جو مُسلم لیگ میں شامل نہ تھے اور ہمارے تعلقات یونینسٹ سے بہت اچھے تھے اس دھبہ کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنے کی بھی ہمت نہیں پاتے۔ مگر یونینسٹ لیڈر جو کچھ فیصلہ کریں گے اس کا علم مجھے اس وقت نہیں اس لئے بادلِ ناخواستہ میں پنجاب کے متعلق یہ اعلان کرتا ہوں کہ پنجاب کے بارہ میں ہم کوئی اصولی مرکزی پالیسی سرِ دست اختیار کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ جہاں جہاں سے کوئی احمدی کھڑا ہونا چاہے میرا پہلا مشورہ اُسے یہ ہے کہ وہ مُسلم لیگ کا ٹکٹ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اگر وہ یہ ٹکٹ حاصل نہ کر سکے تو پھر اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ احمدی ووٹ یا اس کی قوم کا ووٹ زیادہ ہے اور اس کا جائز حق دینے سے انکار کیا جا رہا ہے تو پھر اسے اجازت ہے کہ وہ یہ اعلان کر کے ممبری کے لئے کھڑا ہو جائے کہ میں پالیسی کے لحاظ سے مُسلم لیگ سے متفق ہوں مگر چونکہ مُسلم لیگ میرے حلقہ کے ووٹوں کی اکثریت کو اُس کا حق نہیں دیتی اس لئے میں مجبوراً انڈیپنڈنٹ کھڑا ہو رہا ہوں۔ جب تک یونینسٹ پارٹی اپنی پالیسی کی ایسی وضاحت نہیں کرتی جس سے اُس کا مُسلم لیگ کی مرکزی پالیسی سے پورا تعاون اور تائید ثابت ہو اور جس کے بعد شملہ کانفرنس والے حالات کا اعادہ ناممکن ہو جائے میں سمجھتا ہوں کہ کسی احمدی کو یونینسٹ ٹکٹ پر کھڑا نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن اگر وہ ایسی وضاحت کر دے تو پھر جو شخص مُسلم لیگ کے آل انڈیا پروگرام کی تائید کرتے ہوئے پنجاب کے مقامی سوالوں میں یونینسٹ سے اتفاق رکھتا ہو اُس کے ٹکٹ پر اس کا کھڑا ہونا معیوب نہیں ہوگا۔ مگر پہلے میری اور مرکزی ادارہ کی تسلی اِس بارہ میں ہو جانی چاہئے۔ جہاں سے کوئی احمدی کھڑا نہیں ہو رہا وہاں کی جماعتوں کو بھی اپنے مخصوص حالات پیش کر کے امورِ عامہ سے اپنے حلقہ کے بارہ میں مشورہ کرنے کے بعد کوئی فیصلہ کرنا چاہئے۔ میری اوپر کی سب ہدایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱۔ پنجاب کے باہر ہر احمدی پوری طرح مُسلم لیگ کی کمیٹیوں اور اُس کے امیدواروں کی مدد کرے۔ اپنے اور اپنے زیرِ اثر ووٹ ان کو دے اور اپنے علاقہ کے لوگوں کو مُسلم لیگ کے حق میں ووٹ دینے کی تلقین کرے۔

۲۔ پنجاب سے جو احمدی کھڑے ہونا چاہیں اور جن کو علاقہ کی اکثریت ایسا کرنے کا مشورہ دے، وہ مُسلم لیگ سے ٹکٹ حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اگر مُسلم لیگ ایسا نہ کرے اور ووٹران پر زور دیں تو وہ یہ اعلان کر کے کہ وہ مُسلم لیگ کی پالیسی ہی کے حق میں ہیں، انڈیپنڈنٹ کھڑے ہوں تو مرکز کو ان پر اعتراض نہ ہوگا مگر جب تک یونینسٹ پارٹی کی پالیسی کے بارہ میں ہماری تسلی نہ ہو جائے وہ اُس کے ٹکٹ پر کھڑے نہ ہوں۔ ہاں اگر اِس پارٹی نے اپنی پالیسی ایسی بنا لی کہ مُسلم لیگ کے مرکزی پروگرام کو نقصان پہنچنے کا احتمال نہ رہے تو ہوسکتا ہے کہ امیدوار اور اُس کے حلقہ کے لوگوں کی خواہش کے احترام میں اُسے یونینسٹ پارٹی کی طرف سے کھڑا ہونے کی اجازت دے دی جائے مگر سرِ دست ایسا کرنے کی میں کسی احمدی کو اجازت نہیں دیتا۔

۳۔ پنجاب کے تمام احمدی ووٹ یا زیرِ اثر ووٹ محفوظ رکھے جائیں اور ان کے بارہ میں مرکز سے انفرادی مشورہ کرنے کے بعد کوئی فیصلہ کیا جائے۔ آپ ہی آپ فیصلہ نہ کیا جائے کیونکہ صوبہ جاتی پالیٹکس نے ہمارے لئے اور کوئی راستہ کھلا نہیں چھوڑا۔

والسلام

خاکسار

مرزا محمود احمد

۲۱؍اکتوبر ۱۹۴۵ء

(الفضل ۲۲؍اکتوبر ۱۹۴۵ء)